عبدالماجد دریابادی

صاحب پر

تکفیر

کے معاملے میں جرح

مرتب

شائع کردہ

عبدالماجد دریابادی

صاحب پر

تکفیر

کے معاملے میں جرح

مرتب

حضرت مولانا سہیل باوا صاحب حفظہ اللہ
عالمی مبلغ ختم نبوت

شائع کردہ
ختم نبوۃ اکیڈمی لندن

نامِ کتاب : دریابادی صاحب پر قادیانیت کی تکفیر کے معاملے پر جرح؟!
تالیف : حضرت مولانا سہیل باوا صاحب زید مجدہم
سرورق : جناب طلحہ صاحب
ناشر : ختم نبوت اکیڈمی (لندن)
اشاعت : جمادی الاخریٰ ۱۴۴۲ھ/فروری 2021ء

.........................کتاب ملنے کے پتے.........................

☆......مکتبہ عزیزیہ، سلام کتب مارکیٹ
بالمقابل جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

......☆......

☆......مکتبہ مروان، دکان نمبر 19، سلام کتب مارکیٹ
بالمقابل جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

.........................شائع کردہ.........................

ختم نبوت اکیڈمی (لندن)

KHATM E NUBUWWAT ACADEMY

387 Katherine Road , Forest Gate , London E7 8LT , United Kingdom
Phone: 020 8471 4434 | Cell : 0788 905 4549, 0795 803 3404
Email: khatmenubuwwatacademy@gmail.com
Website: www.khatmenubuwwat.org

سورة الإخلاص

فہرستِ مضامین

دریابادی صاحب پر قادیانیت کی تکفیر کے معاملے پر جرح؟!

’’دریابادی صاحب کے بارے میں شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ کا تبصرہ اور نہایت فیصلہ کن تحریر ہے، اور راقم کے لیے توجہ کا مرکز بھی ہے، جس پر بڑی ہی آسانی کے ساتھ قارئین خود ہی فیصلہ کر پائیں گے ، لہٰذا قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس تبصرے میں دو جملوں پر ضرور غور وخوض فرمائیں۔‘‘

شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تبصرے میں فرماتے ہیں کہ:

''مولانا دریابادی کا شمار حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں تو نہیں، لیکن ممتاز متوسلین میں ضرور تھا۔ وہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق تھے اور اپنی تحریروں میں جگہ جگہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو 'مرشدی تھانوی' کے لقب سے یاد کرتے ہیں، لیکن بہت سے معاملات میں اُن کی رائے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف رہی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد مسائل پر سوال و جواب بھی ہوئے اور مولانا دریابادی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی فہمائش کے بعد بھی اپنی رائے پر قائم رہے۔''

شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ دریابادی صاحب پر قادیانیت کی تکفیر کے معاملے پر جرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''دریابادی صاحب قادیانیت کے مسئلے میں ان کا نرم گوشہ پوری اُمت کے خلاف تھا اور بلا شبہ یہ ان کی سنگین ترین غلطی تھی، جس پر اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، لیکن وہ پوری امت کی مخالفت کے باوجود اپنے اس موقف پر قائم رہے۔''

دریابادی صاحب اُصولِ تکفیر کے باب میں سنگین ترین غلطی پر

دریابادی صاحب اُصولِ تکفیر پر اُمت سے ہٹ کر ایک الگ ہی موقف پر ساری زندگی ڈٹے رہے، جیسا کہ شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ نے دریابادی صاحب کی اس

اُصولِ تکفیر کو سنگین ترین غلطی قرار دیا۔ دریابادی صاحب کی اُصولِ تکفیر کی مکمل بنیاد اور عمارت قرآن وحدیث اور اجماع امت نہیں، بلکہ اپنے ہی شرح صدر اور مفروضوں پر ہے۔ دریابادی صاحب کو جدیدیت کے مارے اذہان نے اس مسئلہ میں اُمت کے مایہ ناز اکابرین کے بالکل آمنے سامنے مقابلے پر لا کھڑا کیا، حال تو یہ تھا کہ قادیانیت کی تکفیر کی جب بھی بات ہوتی تو دریابادی صاحب کا دل ہی لرز جاتا تھا، کسی صورت میں بھی قادیانیوں کو کافر کہنے کو تیار نہ تھے۔ راقم کی دریابادی صاحب سے متعلق تحریریں قارئین کے سامنے اکابرین علمائے اہلِ سنت کی پیش کردہ تحقیق کی تلخیص کا مجموعہ اور اتمامِ حجت کا تسلسل ہے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر یہ تحریریں قارئین کے لیے اقساط میں بھی شائع ہوں، تو غامدی اور قادیانی گروہ کی طرف سے وارد شدہ اعتراضات کے جوابات ملاحظہ فرما سکیں گے۔ اب ذرا قارئین دریابادی صاحب کی قادیانیوں کے کفر اور اُصولِ تکفیر پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تحریری مراسلات بھی ملاحظہ فرمالیں۔

دریابادی صاحب رقم طراز ہیں:

”گمراہ فرقوں کے بعض افراد کے متعلق ایک سوال دل کو بے چین کیے ہوئے ہے۔ بعض حضرات ایسے دیکھنے میں آئے، جو دیکھنے میں ہر طرح عبادت گزار بلکہ متقی وخاشع ہیں، اسی طرح ایک قادیانی کو جانتا ہوں جو اونچے سرکاری عہدہ دار ہونے کے باوجود نماز وتلاوتِ قرآن کے گویا کے عاشق ہیں، گھنٹوں قال اللہ وقال رسول اللہ کے مذاکرہ میں رہا کرتے ہیں۔ جب میں حج کو روانہ ہونے لگا، تو مجھ سے بڑے الحاح سے کہا کہ وہاں میرے حق میں میں ضرور دعا کیجئے

گا، اگر میں گمراہی میں مبتلا ہوں تو حق تعالیٰ مجھے اس سے نجات دے۔سوال یہ ہے کہ ایسے اشخاص کا شرح صدر عقائد حقہ صحیحہ کے لیے کیوں نہیں ہوجاتا؟ اور کیا ان کا حشر بھی اہل عناد و اہل استکبار ہی کا سا ہوگا؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریری جواب ارشاد فرمایا کہ: سوال کا حاصل یہ ہے کہ باوجود کوشش طلب حق کے حق واضح کیوں نہیں ہوتا؟ اور اس حالت میں حق واضح نہ ہوتو ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ سو یہ سوال گو نازک ہے، مگر جواب اس کا بھی ہے، لیکن جواب کا موقع اس وقت ہے جب یہ واقعہ اول ثابت ہوجائے کہ طلب حق کی کوشش کی گئی ہے۔اگر کوئی بیمار ہوتو اس کے علاج کی کوشش صرف یہ نہیں ہے کہ صرف تمنا اور دعا پر اکتفاء کرے، الخ۔۔۔۔۔۔۔'' (حکیم الامت، صفحہ:183)

نتیجہ صاف اور واضح ہے کہ باطل مذاہب شیطان کی راہ پر چلنے والے اور غلط عقائد کے حامل گروہ لاکھ مرتبہ کیوں نہ الحاح اور عبادت کریں، مگر یہ اُن کی عبادت اسلام میں داخلے کے لیے صحت منداور تندرست وصحیح ایمان کے لیے کافی نہیں ہوں گی۔

دریابادی صاحب کتاب ''حکیم الامت'' صفحہ:233 پر رقم طراز ہیں:

''یہ بحثیں ذرا ختم ہوئیں تو ایک دوسری بحث چھڑی خاصی طویل، کلمہ گو فرقوں کی تکفیر کے باب میں، ان کی ساری گمراہیوں اور زیادتیوں کو تسلیم کرنے کے بعد بھی مجھے کبھی شرح صدر نہیں ہوا اور

اب تک بھی نہیں ہے، چنانچہ اس بارے میں عامی کا مسلک اپنے اکابر سے بہت بڑی حد تک اب بھی الگ ہے۔''

افسوس اس بات کا ہے کہ دریابادی صاحب اپنے آپ کو عامی قرار دے کر بھی اپنے اکابر کے اصولوں سے بہت بڑی حد تک اختلاف کر بیٹھے، کتاب ''حکیم الامت'' صفحہ:234 پر رقم طراز ہیں:

''اگر سب گمراہ فرقے یوں ہی خارج از اسلام کیے جاتے رہے تو مسلمان رہ کتنے جائیں گے؟ میرا دل تو قادیانیوں کی طرف سے بھی ہمیشہ تاویل ہی تلاش کرتا رہتا ہے۔''

اس مقام پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوٹوک الفاظ میں واضح موقف بیان کر کے علماء اہل سنت پر عظیم احسان فرمایا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''دریابادی صاحب کا یہ کہنا کہ اگر سب گمراہ فرقے یوں ہی خارج از اسلام کیے جاتے رہے تو مسلمان رہ کتنے جائیں گے؟'' اس کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا خدا نا کردہ اگر کسی مقام میں بہ کثرت لوگ مرتد ہو جائیں، تھوڑے ہی مسلمان رہ جائیں، تو کیا اس مصلحت سے ان مرتدین کو بھی کافر نہ کہا جائے گا؟ اور آپ کا یہ کہنا کہ میرا دل تو قادیانیوں کی طرف سے بھی ہمیشہ تاویل ہی تلاش کرتا رہتا ہے۔ دریابادی صاحب! یہ غایت شفقت ہے، لیکن اس شفقت کا انجام سیدھے سادہ مسلمانوں کے حق میں عدم شفقت ہے کہ وہ اچھی طرح ان کا شکار ہوا کریں گے۔''

دریابادی صاحب کو شرح صدر کا مرض

دریابادی صاحب کا نہایت عاجزانہ و مشفقانہ اندازِ سخن، ایک دورغ گو اور گھٹیا شخص اور ایک کلٹ مافیا کے لیے کمالِ تعجب اور حقائق سے منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ ایک طرف دریابادی صاحب اپنے آپ کو عامی بھی قرار دے رہے ہیں، اور دوسری طرف قادیانیوں کے لیے نماز کے لیے صفیں بھی بچھانے کی کوشش میں ہیں۔ ایک عامی ہوتے ہوئے دریابادی صاحب کو اتنی بڑی ذمہ داری اپنے سر لینے پر کس نے مجبور کیا؟ دریابادی صاحب گو کہ نامی گرامی شخصیت کے حامل تھے، لیکن ایک عامی خصلت کے باعث خصوصاً عقائد کے باب میں، قرآن وسنت کو اکابرینِ اُمت کی تشریحات کے بجائے اپنے ہی شرح صدر پر صحیح و غلط موقف رکھنے پر اپنے ہی اکابرین سے بہت بڑی حد تک اختلاف کر بیٹھے تھے، ہائے افسوس! شہیدِ ختم نبوت امیر کارواں راقم کے استاذ حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''طائفہ ملعونہ قادیانیہ اور اس کے سربراہ مرزا آنجہانی کے حق میں مدت سے ان کی رائے بے جا حمایت کی حد تک نرم ہے۔
> اس باب میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت، مولانا رشید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا تفقہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا علم و فضل، مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص، مولانا السید محمد انور کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا تبحر علمی، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع اور حکیم الامت

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی معاملہ فہمی، ان کے لیے قطعاً بے سود ہیں۔ وہ ان تمام حضرات رحمۃ اللہ علیہم کو اپنے وقت کا مقتدا اور اکابر ضرور تسلیم کریں، لیکن جہاں تک ان حضرات کی تحقیق، استدلال یا استنباط کا تعلق ہے، مولانا موصوف جب تک اس کو اپنی تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ نہیں لیں گے، ہرگز تسلیم نہ کریں گے۔ اب اسے ان کی بلند نظری کہئے یا کمزوری! ان کا اصل مرض جو اُن کے تمام کمالات پر غلبہ کر گیا، یہی ہے کہ ان کے نزدیک تقلید کا لفظ بے معنی ہے، ان کے ملاحظہ سے بیسیوں نصوص گزار دیجئے، پچاسوں اقوال پیش کر دیجئے، لیکن ان کو ماننے کے لیے ان کا اپنا شرح صدر ضروری ہے، کسی مسئلہ میں ان سے ایک دفعہ انکار ہو جائے تو آئندہ شرح صدر کی توقع بے کار ہوگی۔ اپنے شرح صدر کے خلاف ہمیں یاد نہیں کہ موصوف نے کبھی اپنے بڑوں کی بھی مانی ہو، جن کو وہ خود بھی پیر و مرشد کے بغیر یاد کرنا سوء ادب سمجھتے ہیں، چہ جائیکہ اپنے ہم مرتبہ یا کم مرتبہ کی انہوں نے سنی ہو، اور اسے لائق توجہ قرار دیا ہو، پھر اپنے تمام اکابر کے علی الرغم مرزائیت کی مفت جلوہ گر بے جا حمایت میں وقتاً فوقتاً ان کے قلم سے صدقِ جدید کے صفحات پر جو نکات جلوہ گر ہوتے رہتے ہیں، ان کو پڑھ کر مشکل ہی سے آدمی اپنی ہنسی ضبط کر سکتا ہے، موصوف کو اس طائفہ کی حمایت اور نصرت میں قریب قریب وہی شرح صدر ہے جو اس ملعون قادیانی کے رد میں حضرت

مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو تھا، مولانا موصوف جب مرزائیت کی نصرت میں قلم اُٹھاتے ہیں تو ان کا جوش، ان کی نکتہ آفرینی اور طرزِ استدلال دیدی بادیدہ کا مصداق ہوتا ہے، لطف یہ کہ بالکل فرضیہ اور وہمی مقدمات ملا کر نتیجہ نکالتے ہیں، وہ ان کے نزدیک سو فیصد قطعی اور واقعی ہوتا ہے، اور نظر ثانی کی گنجائش مولانا کے خیال میں نہیں ہوتی۔''

آج بھی اگر کوئی نادان مرزا قادیانی کی تکفیر کے باب میں دریابادی صاحب کے نرم ونازک قلم اور ان کے شرح صدر کو حجت بنائے تو ہمیں ہرگز تسلیم نہ ہوگا۔ ذرا ہمیں کوئی سمجھائے تو سہی، تاریخ ختم نبوت میں کسی نے بھی قادیانیت کی تکفیر میں نرمی کو روا رکھا ہو؟

مرزا قادیانی پر ترس کھانے کے بجائے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر ترس کھاتے

دریابادی صاحب کے اور بھی کئی ایسے مجہولات ہیں جنہیں پڑھ کر آدمی متحیر و متردد ہو جاتا ہے، اور کئی ایسی تحریریں پیش کی جاسکتی ہیں، جن میں اُصولِ تکفیر کے باب اور عقائد میں ان کا واضح موقف اور صاف پہلو نظر نہیں آتا۔ صاحبِ قلم کا بس نہیں چلا، ورنہ اسلام اور کفر کے درمیان کی لکیر ہی کو ختم فرما دیتے۔ بعض نادان دوستوں کا خیال ہے کہ دریابادی صاحب قادیانی ربوی گروپ کو مسلمان گردانتے رہے بس۔ ایسا نہیں، بلکہ اکابرین کے ٹوکنے کے باوجود بھی ربوی قادیانی اور لاہوری گروپوں کو کبھی بھی غیر مسلم تسلیم نہیں کیا۔ دریابادی صاحب سورۂ احزاب کی آیت :40 کے تحت جو ارشاد فرماتے ہیں، وہ قارئین کے لیے قابلِ غور طلب ہے، فرماتے ہیں کہ:

> ”یہ ختم نبوت کا دعویٰ بھی اسلام کی امتیازی خصوصیات میں سے ہے، پیمبر ہادیانِ مذہب قرآن سے قبل بے شمار آچکے ہیں، کتابیں نازل ہو چکی تھیں، مگر یہ دعویٰ کسی نے بھی نہیں کیا تھا کہ میں آخری پیمبر ہوں، میرے بعد اب کوئی پیمبر نہ آئے گا۔ اس دعوے کی بولتی ہوئی سچائی دیکھئے! اس تیرہ سو چودہ سو برس کی مدت میں کوئی سنجیدگی کے ساتھ دعویدارِ نبوت ہی نہیں ہوا۔“

دریابادی صاحب کی نظر میں ساری تاریخ میں صرف دو شخصوں کا نام لیا جاسکتا ہے، ایک

بہاء اللہ اور دوسرا مرزا قادیانی۔ان میں مرزا قادیانی تو اپنے آپ کو کھلم کھلا محمدی اور متبع کامل دین احمدی کہتے ہیں، چنانچہ ان کی نبوت تو ان کے زعم واصطلاح میں تمام تر اتباع رسول ہی ہے۔رہا بہائی مذہب تو وہ بھی بڑی حد تک دین محمدی کی تحریف شدہ شکل کا نام ہے۔دریابادی صاحب رقم طراز ہیں:

''دعوائے نبوت! متعارف اور متعارف اور مصطلح معنی میں ہرگز یقین نہیں آتا کہ اسے کوئی معمولی عقل وعلم کا شخص بھی زبان پر لاسکتا ہے، چہ جائیکہ مرزا صاحب سا فہیم وذی ہوش۔سوا اس صورت کے کہ اس نے نبوت ہی کے کوئی مخصوص معنیٰ متعارف ومتبادر مفہوم سے الگ اپنے ذہن میں رکھ لیے ہوں اور جس طرح فارسی اور اردو کے بے شمار شاعروں نے شراب، کفر، اسلام، صنم، بت وغیرہ کی مخصوص اصطلاحیں ان کے لغوی اور شرعی دونوں مفہوموں سے بالکل الگ گھڑلی ہیں، اس نے نبوت کا استعمال کسی خانہ ساز اصطلاحی معنیٰ میں شروع کردیا ہو اور جب ایسا ہے تو انسان جس طرح ان بے شمار شاعروں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے، ایک نبی کے مقابلہ میں اور سہی۔''

دریابادی صاحب کی عجیب اور خلافِ واقعہ طرزِ تحریر ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اس تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مولانا نے دانستہ یا نادانستہ اس چند سطری فقرہ میں کتنے مقدمات بلادلیل، خلافِ واقعہ اور محض فرضی اور وہمی بطور اصول موضوعہ ذکر

کرڈالے۔ پہلی دفعہ مولانا کی تحریر پڑھ کر یہ جدید انکشاف ہوا کہ مرزا قادیانی کے ثناء خوانوں اور اس کو فہیم اور ذی ہوش قرار دینے والوں میں مولانا دریابادی جیسے فہیم اور ذی علم لوگ بھی شامل ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ مولانا کے ذہن میں فہیم اور ذی ہوش کا مفہوم کیا ہے؟ اور کن بنیادوں پر مرزا قادیانی کو فہیم اور ذی ہوش لکھ ڈالنے پر اپنے آپ کو بے بس پاتے ہیں؟ دریابادی صاحب نے چند آزاد ذہنوں سے مرعوب ہو کر اسے فہیم اور ذی ہوش لکھ ڈالا۔ جس شخص نے صلحاء امت کی تکفیر کی ہو، ان کو سب وشتم کا نشانہ بنایا ہو، ان پر لعنت وملامت کا ایک طومار کھڑا کر دیا ہو۔ ذرا انہیں سوچا کہ اس کی زد میں کون کون آجائے گا؟ ان کا یہ فقرہ کتنے اہلِ علم کے خلاف چیلنج ہے۔ دریابادی صاحب کے دربار سے فہم اور ہوشمندی کا تمغہ حاصل کرنے والا اور ان کے شیخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو مرزا قادیانی شیطان اور ملعون قرار دیتا ہے اور دریابادی صاحب یہ بھی جانتے ہیں اکابرینِ اُمت کی پوستین دری اور خون آشامی میں کوئی تکلف محسوس نہیں کیا اور ان کے سب وشتم کے موضوع پر مستقل تصانیف چھوڑیں اور اس نے پوری امت کو حرام زادہ کہا۔ مولانا سے خدا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ کب تک مرزا قادیانی کو سینے پر ہاتھ رکھ کر ٹھنڈے دل کے ساتھ سراہتے جائیں گے؟! جب بھی دریابادی صاحب کا فقرہ تصور میں آتا ہے تو دل

پارہ پارہ ہوجاتا ہے۔ دریابادی صاحب کے قلم سے مدح سرائی کی جاتی ہے جس نے پوری امت پر سنگ باری کی، کاش! مولانا کا شرح صدر مرزا قادیانی پر ترس کھانے کے بجائے ان کے حضور ﷺ کی اُمت پر ترس کھاتا۔"

دریابادی صاحب کے اُصولِ تکفیر کے باب میں کمزور موقف کی اکابرینِ اُمت میں سے کسی نے بھی تائید نہیں کی، بلکہ کئی اکابرین کی تنبیہ کے باوجود انہیں بات سمجھ نہ لگی، تاحال ہمارے بعض دوست ابھی بھی دریابادی صاحب سے متعلق خوش فہمی میں مبتلا اور حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش میں ہیں، حال ہی میں دریابادی صاحب سے متعلق ایک کتاب راقم کے زیرِ مطالعہ ہے، جس کی چند سطریں مزید اتمامِ حجت کے لیے قارئین کے لیے پیشِ خدمت ہیں۔

دریابادی صاحب نے تمام عمر کسی شخص کی تکفیر نہ کی گمراہ فرقوں کے اقوال کی کمزور سے کمزور تاویل کی بنا پر ان کو خارج از اسلام نہیں قرار دیتے تھے، چنانچہ قادیانیوں اور خاص کر لاہوری احمدیہ جماعت کے ساتھ ان کا رویہ آخر کے تین چار سال کو چھوڑ کر رواداری ہمدردی کا رہا، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے، ان کے دورالحاد میں محمد علی لاہوری قادیانی کی انگریزی تفسیر قرآن انہیں اسلام کی طرف لانے میں معین ہوئی ہے، اس کے علاوہ احمدی جماعت کی تبلیغی کوششوں اور قوتِ عمل کی داد دیتے تھے، ان کا کہنا تھا ان کی گمراہی کے باوجود ان کی خدمات کا اعتراف ضروری ہے، کیونکہ یہ حق وانصاف کا تقاضا ہے، یہی موقف ان کا مسلمانوں کے دیگر گمراہ فرقوں کے بارے میں تھا، ان کے نزدیک کسی کلمہ گو کی تکفیر حق بجانب نہیں۔ 1953ء میں جب پاکستان میں زبردست تحریک

چلی تو انھوں نے جمہور اہل پاکستان کے جذبات کی تعبیر تنگ نظری سے کی اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلہ کی تائید نہیں کی، البتہ انتقال سے تین چار سال قبل انھوں نے دونوں قادیانی جماعتوں کے بارے میں اپنے موقف میں تبدیلی کی، جس کی شہادت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح پیش کی کہ:

> ''مولانا دریابادی صاحب اپنی اجتہادی غلطی یا کسی غلط فہمی کی بنا پر قادیانیوں کی لاہوری جماعت کو زیادہ گمراہ نہیں سمجھتے تھے، مگر بعد میں ان کی رائے بدل گئی تھی اور قادیانیوں کی دونوں جماعتوں کو گمراہ سمجھنے لگے تھے۔''

اس تحریر میں دو باتیں محل نظر ہیں، پہلی ''قادیانیوں کی دونوں جماعتوں کو گمراہ سمجھنے لگے تھے'' پوری ملتِ اسلامیہ نے قادیانیوں کو گمراہ نہیں، بلکہ کافر ہونے کا واضح موقف امت کے سامنے پیش کیا اور دریابادی صاحب کہتے ہیں کہ: صرف گمراہ سمجھو، بس کافر نہ کہو۔ دوسری بات کہ مصنف نے دریابادی صاحب کے سلسلے میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت سے تبدیلیِ رائے کا عجیب انکشاف کیا، راقم کو اس انکشاف پر بڑی ہی حیرت ہے۔

جناب قدوائی صاحب کے ناقابلِ یقین انکشاف کے برعکس دریابادی صاحب کی وفات پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیتی تحریری شہادت ''پرانے چراغ'' میں جو موجود ہے، وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

ایک مرتبہ ایک نامور معاصر کے مسئلہ میں جن پر مولانا کا قلم کئی سخت تنقیدیں کر چکا تھا، اپنے موقف کو نرم کرنے اور ایک بار قادیانیت اور قادیانیوں کے بارے میں اپنے نرم اور روادارانہ موقف پر نظرِ ثانی کا مشورہ دینے کی جسارت کی اور اس سلسلہ میں کچھ خط و کتابت ہوئی۔ مولانا نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور یہ بات ہم سب نیازمندوں کو معلوم تھی کہ مولانا جب کوئی رائے قائم کر لیتے ہیں، تو اس کو آسانی سے ترک نہیں فرماتے اور اکثر اوقات مداخلت یا مشورہ اس میں اور پختگی یا شدت پیدا کر دیتا۔ اکابرینِ اُمت نے ہمیشہ ریکارڈ صاف رکھا، افسوس ہے کہ قدوائی صاحب اس ریکارڈ کو داغ دار بنانے کی کیوں کوشش کر رہے ہیں؟ اور دوسری طرف مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے امین و مستند مؤرخ کا کردار پیش کیا۔ دریابادی صاحب عمر بھر اکابرین کی انگلیاں تھامے بغیر چلنے کے ہی عادی رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج قادیانیوں کی ویب سائٹ پر موجود ایک کتاب میں دریابادی صاحب کو خدا ترس اور متدین عالم دین اور قادیانیوں کو دائرہ اسلام میں سمجھنے والا شخص جیسے القاب سے بھی نوازا گیا ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیتی تحریر سے معمولی عقل رکھنے والا بڑی آسانی سے نتیجہ نکال سکتا ہے، کہ دریابادی صاحب وفات تک اپنی بات پر ہی ڈٹے رہے۔ ربوی قادیانی ہی نہیں بلکہ لاہوری قادیانیوں کو بھی مسلمان ہی گردانتے رہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ لاہوری قادیانیوں کا مرزا قادیانی کی مجددیت، امامت اور موعود مسیحیت و نبوت

کی طرف مسلمانوں کو بلانا، اس شخص کے نام کے ساتھ حضور لکھنا، اس کی حق شناسی اور صداقت وتقویٰ کے قصیدے پڑھنا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بنیادی مقصد کے اعتبار سے یہ دونوں جماعتیں ایک جیسی ہیں، یعنی ایک ہی شخصیت اور ذات دونوں جماعتوں کی عقیدت ومحبت کا مرکز ہے اور اسی شخصیت یعنی مرزا قادیانی کو آیتِ حق مان کر اسی محور کے ارد گرد اُن کی جدوجہد اور تبلیغ وتعلیم کی تمام تر کوششیں جاری رہتی ہیں، اس صورت میں اکابرینِ اُمت کے نزدیک لاہوری قادیانی اور ربوی قادیانی کے کفر وضلالت میں کوئی فرق نہیں، دریابادی صاحب نے اس بابت ایک اور خط حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ قارئین کے لیے خط پیش خدمت ہے، دریابادی صاحب لکھتے ہیں:

> ''ایک تراشہ پیغامِ صلح کا ملفوف ہے۔ یہ لاہور کی قادیانی جماعت کا پرچہ ہے، یہ لوگ ٹھیٹھ قادیانیوں کے مقابلہ میں بہت غنیمت ہیں۔''

اس استفسار کے جواب میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

> ''میں اس میں موافقت کرنے سے اس لیے معذور ہوں کہ ان کے ضرر کو معتقدین نبوتِ مرزا کے ضرر سے اشد سمجھتا ہوں، کیونکہ وہ لوگ جب بھی کہتے ہیں، سب کو نفرت ہوجاتی ہے اور محفوظ رہتے ہیں اور یہ لوگ جب نبوت کی نفی اور ولایت کا اثبات کرتے ہیں تو نفرت نہیں اور اشتیاق ہوتا ہے اس کی کتابیں دیکھنے کا اور پھر دیکھ کر گمراہ ہوجاتے ہیں۔''

راقم ایسی شہادتوں کے کئی اور خزانے پیش کرنا چاہتا ہے، مگر مضمون کی طوالت کے باعث چند شہادتوں پر اکتفاء کرنا مناسب جانا، آج کل کے حالات میں یہ بات ضرور سمجھنے کی ہے، کہ اگر کسی کافر کے کافر ہونے کا حکم نہ کیا جائے، تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ دنیا میں ہم اسلام اور کفر کے حدود کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں، آج قادیانی اسی کوشش میں لگا ہوا ہے، کوئی بھی عقلمند و صحیح علم رکھنے والا شخص اس کو روا اور جائز نہیں جانے گا، کہ مسلمان اور کافروں کے احکام کو معطل کر دے اور کافروں پر مسلمان کے یا مسلمان پر کافروں کے احکام جاری کرے۔

عبدالماجد دریابادی اور مسیلمہ پنجاب

اکابرینِ اُمت نے کبھی بھی ایمان کے معاملہ میں لچک ونرم گوشہ سے کام نہیں لیا، ان کی شان تو یہ تھی کہ حق بات کو کبھی بھی ملفوف لفظوں سے نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ دینی تقاضوں کا لحاظ رکھ کر بیان کر دیتے تھے، راقم کو خوب اندازہ ہے کہ بعض قارئین کو ان تمام تر تفصیلات کی آ گاہی کے بعد دل میں قلق وتکلیف ضرور ہوگی، راقم نے دریابادی صاحب سے متعلق متعدد بار سوال نامے کی وصولی کے بعد ہی یہ تمام تر شواہد قارئین کے سامنے رکھنے کی جسارت کی تاکہ وہ خود ہی فیصلہ کر سکیں اور کل کوئی قادیانی، غامدی یہ نہ کہہ دے کہ اکابرینِ اُمت نے تساہل وتسامح سے کام لیا، یہ بات ایک بار پھر یاد رکھیں کہ دریابادی صاحب سے اکابرینِ اُمت میں سے کسی نے بھی اتفاق نہیں کیا، سچ بات تو یہ کہ دریابادی صاحب لاہوری پارٹی کے سربراہ محمد علی لاہوری سے متاثر رہے ہیں، اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا محمد میاں صدیقی صاحب اپنے والدگرامی کی ردِقادیانیت پر گراں قدر خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''قادیانیوں کے بارے میں پاکستان میں تحریک زور پر تھی، بھارت سے مولانا دریابادی نے ایک مضمون شائع کیا، جس میں لاہوری قادیانیوں کی حمایت کی گئی اور ان کو دائرۂ کفر سے نکالنے لیے خاصے ہاتھ پاؤں مارے، والد صاحب نے وہ مضمون پڑھا اور یہ

لحاظ کیے بغیر کہ دریابادی صاحب کو مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت ہے، ان کے خلاف ایک بیان لکھا، جس کا مضمون مدلل اور الفاظ سخت تھے، یہ جوابی مضمون جامعہ اشرفیہ لاہور کے ماہنامہ رسالے انوار العلوم میں چھاپا گیا، حضرت کی دینی امور میں سختی کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ مولانا عبدالباری ندوی نے ایک مکتوب میں والد صاحب کو مولانا عبدالماجد دریابادی کے خلاف سخت عنوان اختیار کرنے کی شکایت کی، جس کی والد صاحب نے کوئی پرواہ نہ کی، حمایت کے پہلو پر والد صاحب کو خود مولانا ندوی سے اس قدر انقباض اور تکدر ہوا کہ اس کے بعد جب وہ لاہور تشریف لائے اور حضرت محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں یا کسی تقریب میں والد صاحب کی موجودگی میں مولانا ندوی ملاقات کے لیے قدیم رفاقت کے انداز میں مصافحہ کے لیے بڑھے تو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے "الحب للہ والبغض للہ" کا رنگ غیر اختیاری طور پر ظاہر ہوا اور اعراض فرما لیا۔"

اب قارئین کے لیے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ماہنامہ رسالہ انوار العلوم میں شائع ہونے والا مضمون پیش خدمت ہے:

عبدالماجد دریابادی اور مسیلمہ پنجاب کی حمایت

الحمد للہ وحدہ و الصلاۃ و السلام علیٰ من لا نبی بعدہ!

عرصہ سے عبد الماجد دریابادی ایڈیٹر الصدق جدید کے مضامین مسیلمہ پنجاب مرزا قادیانی کی حمایت میں شائع ہو رہے ہیں، چونکہ عبدالماجد دریابادی صاحب حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی نسبت بیان کرتے ہیں، اس سلسلے میں لوگ دریافت کرتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت کی نسبت کے ساتھ یہ مرزائیت کی حمایت کیسی؟ اس لیے چند مختصر کلمات احباب کی تشفی کے لیے لکھ رہا ہوں، وباللہ التوفیق!

''مسیلمہ کذاب اور مسیلمہ پنجاب کے کفر میں ذرہ برابر فرق نہیں، بلکہ مسیلمہ کذاب کا کفر تو دعوائے نبوت کے ایک ہی لفظ سے ثابت ہے اور مسیلمہ پنجاب کے کفریات کی تو شمار ہی نہیں، اس لیے کہ مسیلمہ پنجاب کفر میں یمامہ کے مسیلمہ کذاب کے کفریات سے بہت آگے ہے، لہٰذا جس طرح مسیلمہ کذاب کے کفر میں شک وتردد کفر ہے، اسی طرح مسیلمہ پنجاب کے کفر میں بھی شک اور تردد کرنا صریح کفر ہے۔

امت محمدیہ کے چودہ قرن کے علماء اور سلف صالحین کا یہی اجماعی عقیدہ ہے، جو عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر ہم تک بطریق تواتر پہنچا ہے۔ جو شخص اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم پر نظرِ ثانی کا تصور بھی کرے، یہی اس کے گمراہ اور بے دین ہونے کی دلیل قطعی ہے۔

رہا دریابادی صاحب کا مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا تعلق ظاہر کرنا یہ سب

فریب اور مغالطہ ہے، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے علاقہ اسی وقت تک رہ سکتا ہے کہ جب عقائد اسلام اور عقائد اہل سنت پر قائم ہو اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر قائم ہو اور جب اسلام کے اجماعی عقیدہ ہی سے انحراف ہو جائے، تو مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق خود بخود منقطع ہو جاتا ہے، بزرگانِ دین سے تعلق دین کے تعلق پر موقوف ہے، جب دین ہی سے تعلق نہ رہا تو بزرگانِ دین سے کہاں تعلق رہ سکتا ہے؟

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں مرزا قادیانی کی صریح تکفیر موجود ہے، اور مرزا قادیانی کے کفر کے فتووں پر مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی دستخط ہیں، اب ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں دریابادی صاحب کا مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا علاقہ رہ سکتا ہے؟ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کے متبع کافر ہیں اور دریابادی صاحب کے نزدیک مرزا قادیانی کافر نہیں، ان کا مسلک مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے صریح منافی اور متناقض ہے، یہ دو متناقض مسلک ذات واحدہ میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اجتماعِ نقیضین باجماعِ عقلاء محال ہے۔''

مسلمانوں کو نصیحت

''اے میرے عزیزو! اپنے ایمان کی حفاظت کرو، خاتم الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن نہ چھوڑو اور اجماعی عقیدۂ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم سے لے کر اس وقت تک تم کو بطریق تواتر پہنچا ہے، اس کو حرزِ جان بنا کر رکھو اور اخباری مضمون نگاروں پر اپنے دین اور ایمان کو قربان نہ کرو۔''

خلاصۂ کلام

یہ مدعی نبوت کا کفر امتِ محمدیہ کے نزدیک ایک اجماعی عقیدہ ہے، اس کے خلاف کسی بھی ایڈیٹر اور مضمون نگار کا کوئی حرف ہذیان سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا، دریابادی صاحب کو بھی معلوم ہے کہ اجماعی عقیدہ ہے، اس لیے مسیلمہ پنجاب کی حمایت میں اجماع امت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے تحقیر آمیز الفاظ لکھتے ہیں:

> ''جن معاصر علماء نے کفر وغیرہ کے فتوے صادر کیے، وہ ضرور ماجور ہوں گے اور ان کو یہی کرنا چاہیے تھا، لیکن بہر حال غیر معصومین کے اقول وتحقیقات پر نظر ثانی کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے، خصوصاً بدلتے ہوئے حالات میں۔''

دریابادی صاحب کی اس عبارت سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ آپ کے نزدیک فقط آپ کے معاصر علماء نے دیا ہے، اس سے پہلے کسی نے یہ فتویٰ نہیں دیا، جو صریح غلط ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے وقت سے لے کر اس وقت تک تمام مشرق ومغرب کے علماء کا یہی فتویٰ رہا ہے کہ مدعی نبوت اور اس کے متبع کافر ہیں۔

دوم: یہ معلوم ہوا کہ دریابادی صاحب اپنے کو علماء عصر کا معاصر سمجھتے ہیں، حالانکہ دریابادی صاحب تو عالم ہی نہیں، البتہ ایڈیٹروں اور اخبار نویسوں کے معاصر ہیں۔

سوم: اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اجماعِ امت ایک امر ظنی ہے، کیونکہ وہ غیر معصوموں کے اقوال وتحقیقات کا نتیجہ ہے۔ نظر ثانی کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور علماء امت اگرچہ فرداً فرداً غیر معصوم ہیں، مگر اُن کا اجماع معصوم عن الخطاء ہے اور شریعت میں حجت اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے اجماع کے

بعد کسی بڑے سے بڑے عالم کو بھی خلاف کرنے کا حق باقی نہیں رہتا اور نہ آج تک کسی امام اور مجتہد نے اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کیا ہو، حضرات فقہاء و محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا یہ معمول ہے جب کوئی حدیث اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف دیکھتے ہیں، تو اس کو منسوخ العمل سمجھتے ہیں، علماء امت کی نظر میں اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم دلیلِ نسخ ہے، یعنی علامتِ نسخ ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی حدیث کے خلاف متفق ہو جائیں، معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے علم میں ضرور کوئی دوسری حدیث اس حدیث کی ناسخ ہوگی۔ دریابادی صاحب کی عبارت سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ جس طرح میں غیر معصوم ہوں، اسی طرح دیگر علماء امت بھی غیر معصوم ہیں، ایک غیر معصوم دوسرے غیر معصوم کی تحقیق پر نظر ثانی کر سکتا ہے۔''

والد صاحب کے اس جوابی مضمون پر بعض حضرات نے خاصا ناک منہ چڑھایا۔ بھارت سے مولانا عبدالباری ندوی صاحب کا خط آیا۔ مولانا عبدالباری والد صاحب کے زمانہ حیدرآباد دکن کے رفقاء میں سے تھے، انہوں نے اس بات کی خاص طور پر شکایت کی کہ آپ نے دریابادی صاحب کی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت کا بھی خیال نہیں کیا، مضمون و معنوں کے علاوہ عنوان بھی بہت تلخ اختیار کیا، مگر والد صاحب کے ہاں ذاتی تعلقات اور مصلحت اندیشی دینی تقاضوں کے مقابل کوئی معنی نہیں رکھتے تھے۔

آخر غلط بات سے رجوع کر لینے میں عار کیا ہے؟!

دریابادی صاحب تمام اکابرین اور اجماعِ امت کے موقف سے انحراف کیے بیٹھے رہے، کسی کی بات پلے ہی نہ پڑی، جبکہ ان کے پیشوا امام المتقین سید الطائفہ قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ قادیانی فتنہ کا ادراک سب سے پہلے فرما لیتے ہوں اور منکرین ختم نبوت کے خلاف کفر کا فتویٰ سب سے پہلے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم دیوبند نے تحذیر الناس میں بھی دے دیا ہو، قادیانی فتنہ نے حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو کس قدر بے قرار رکھا ہو، اس کے باوجود دریابادی صاحب مصر رہے کہ ان کو کافر نہ کہوں۔"

دریابادی صاحب کی زندگی میں شہید ختم نبوت حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب کے صدقِ جدید کے اس شذرہ پر پڑی، جس میں دریابادی صاحب نے قادیانیوں کی حمایت کی تھی، اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ تڑپ اُٹھے اور فوری طور پر سب سے پہلا مضمون مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب کے رد میں لکھا جو کہ نہایت آب وتاب کے ساتھ ماہنامہ دار العلوم دیوبند جنوری 1964ء میں شائع ہوا، اس مضمون کا شائع ہونا تھا کہ تردید قادیانیت کے لیے آپ کو زندگی وقف کرنے کا پیغام اور حکم نامہ حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ملا، شہید ختم نبوت راقم کے مربی شفیق

واستاذ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، امیر مجلس تحفظ ختم نبوت اور بانی ومہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کی دریافت ہیں۔علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے مردم شناسی کا خاص ذوق عطا فرمایا تھا، دریابادی صاحب سے متعلق پہلے تاریخی مضمون کے منظرِ عام پر آنے کے بعد حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے اندر چھپے ہوئے جوہر کا اندازہ فرمالیا تھا، انہیں پنجاب کے ایک چھوٹے سے قصبے ماموں کانجن سے جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں بلایا تھا، اور تدریس کی خدمت لینے کے ساتھ ساتھ اُنہیں ''ماہنامہ بینات'' کی ادارت بھی تفویض فرمادی تھی، حقیقت یہ کہ دریابادی صاحب کے رد میں لکھے گئے مضمون کی روانی ہی نے حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو متاثر کیا، راقم کے نزدیک ردِ دریابادی صاحب کے لیے استعمال ہونے والا قلم وہ تاریخی قلم تھا جو کہ شانِ رسالت پر قربان ہونے تک وقف رہا، حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ اپنے لطیف قلم سے دریابادی صاحب کا رد کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ:

''مولانا دریابادی کا یہ دعویٰ سراسر خلاف واقعہ ہے، اور ایک شخص کی حمایت میں نادانستہ بہت سے صلحاء سے عناد اور ضد کی روش اختیار کیے ہوئے ہیں، دریابادی صاحب کے نزدیک صریح دعوائے نبوت کے باوجود نہ مرزا قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں، نہ ان کی جماعت کو سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے، نہ نجات سے محرومی کا سوال ہے اور نہ ان سے تعرض کرنا جائز ہے، افسوس یہ کہ دریابادی صاحب کا موقف مرزا قادیانی کے متناقض دعوے سے بھی زیادہ خمیدہ ہے، اور

انصاف یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی ترجمانی سے موصوف کا یہ موقف بری طرح ناکام ہے، بلکہ "توجیه القول بما لایرضٰی به قائلهٗ" کا صحیح مصداق ہے، اب تک ان کے نزدیک محلِ بحث یہ امر تھا کہ مرزا قادیانی کا دعوائے نبوت قواعدِ شرعیہ کے اعتبار سے جائز ہے یا ناجائز، لیکن دریابادی صاحبؒ کی اس بلایقین اور مجمل تشریح نے نیا فتنہ کھڑا کر دیا کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت معنیٰ متعارف و مصطلح فی الشرح کے اعتبار سے تھا، یا کسی خانہ ساز مفہوم کے اعتبار سے تھا، دریابادی صاحبؒ کو پُرخلوص مشورہ دیتے ہیں کہ علماء کرام زبان وقلم کو روک کر بے بس ہو جائیں۔ مرزا قادیانی اور ان کی ذُریت پر گرفت نہ کریں، ان کے دجل وتلبیس سے نقاب کشائی نہ کریں، بلکہ مولانا دریابادی صاحبؒ کی طرح اس کے دعوائے نبوت میں بے جا تاویل کر کے دائرہ اسلام میں ان کے لیے گنجائش پیدا کریں، اور اُسے بصد شوق نبی کہلانے دیں، جس کو وہ علمائے اُمت کے سر منڈھنا چاہتے ہیں، تو بصد معذرت! ان کا یہ مشورہ ناعاقبت اندیشانہ اور ناقابلِ قبول ہے۔ یہ حضرات آنحضرت ﷺ کا مشورہ بسر وچشم اور بجان ودل قبول کر چکے ہیں:

"قال رسول الله ﷺ: "یحمل هٰذا العلم من کل خلف عدولهٗ ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتأویل الجاهلین۔" (رواه البیهقی)

''بہتر ہوگا کہ مولانا دریابادی صاحب بھی آنحضرت ﷺ کا مشورہ قبول کرلیں، مرزا قادیانی جیسے غالی، باطل پرست اور نادان کی تحریف وتاویل کو صحیح قرار دینے کی بجائے اس کی نفی اور ابطال کے لیے قلم اُٹھائیں اور اگر انہیں اس سے عذر ہے، تو ان کا احسان ہوگا کہ دوسروں کو ''بے بس سہی'' کے مشورہ سے معذور رکھیں۔''

راقم نے قارئین کے لیے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ماہنامہ دارالعلوم دیوبند میں چالیس صفحات پر مشتمل دو قسطوں میں شائع ہونے والی ایک نایاب تحریر کے چند اہم اقتباسات پیش خدمت کیے ہیں، تفصیلی مضمون کے مطالعہ کے لیے تحفہ قادیانیت قدیم جلد چہارم کی طرف رجوع فرمائیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مولانا دریابادی صاحب نے خواہ مخواہ پہلے یہ نظریہ گھڑ لیا کہ دعوائے نبوت کسی صاحبِ عقل وعلم شخص کی طرف سے کیا نہیں جا سکتا، لیکن ان کا یہ مفروضہ جب واقعات پر منطبق نہیں ہوتا تو تمام متنبیان کذاب کی جانب سے مولانا تاویل کر کے اپنے مفروضہ کو صحیح کرنے کی کوشش کرتے ہیں، دریابادی صاحب مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت کے مفہوم کو پانے سے قاصر ہیں، ظلی بروزی اور اتباع وغیرہ کے ابلہ فریب اور تلبیسانہ الفاظ سے مرزا قادیانی نے جو تاریکی قصداً پھیلادی ہے، مولانا موصوف کمالِ سادگی سے اس تاریکی میں سرگرداں ہیں، دریابادی صاحب نہیں جانتے کہ یہ الفاظ قندِ شیریں میں

زہرِ ہلاہل لپیٹ کر دینے کی مکروہ کوشش ہے، ورنہ مرزا قادیانی حقیقی معنی ہی میں نبوت کا دعویٰ رکھتے ہیں۔(ملاحظہ ہوں مولانا کے حواشی تفسیریہ متعلقہ آیات وخاتم النبیین) کاش! مولانا اس مشکل کام کے بجائے غلط نظریہ ہی قائم نہ فرماتے، یا اگر ان سے غلطی ہوگئی تھی تو رجوع فرمالیتے، آخر غلط بات سے رجوع کر لینے میں عار کیا ہے؟ غلطی پر متنبہ ہوجانا اور اس سے رجوع کر لینا عیب نہیں، بلکہ کمال ہے۔''

دریابادی صاحب پر ردّ اُن کی وفات سے قبل ماہنامہ دارالعلوم دیوبند جنوری 1964ء کو شائع ہوا۔ اکابرینِ اُمت کی تحریروں کے مطابق اپنی پوری زندگی میں مرزا قادیانی اور اس کے متبع کو مسلمان ہی سمجھتے رہے، 1977ء میں دریابادی صاحب کی وفات ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا دریابادی صاحب کے بابت مضمون 1964ء میں شائع ہونے کے بعد 13 سال کے عرصہ تک دریابادی صاحب بقید حیات رہے، اس 13 سال کے عرصہ میں ان کا یہ سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ مرزا قادیانی کو کافر نہیں کہا، اس سلسلے میں راقم نے سطور بالا میں دریابادی صاحب کی وفات پر حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ، حضرت علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیتی تحریریں بھی دریابادی صاحب کی حیات میں رجوع نہ کرنے پر پیش کی تھیں، جو کہ راقم کی طرف سے اتمامِ حجت ہیں۔

خاک پائے اکابرین ختم نبوت

سہیل باوا، لندن

تفسیرِ ماجدی پر تبصرہ

از شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ

قارئین کرام جانتے ہیں کہ میں نے ایک مفصل مضمون زیرِ عنوان ''عبدالماجد دریابادی صاحب پر تکفیر کے معاملے میں جرح'' رسالہ کی شکل میں لکھا ہے اور اس مضمون کی ابتداء حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ کی کتاب ''تبصرے'' کے ایک اقتباس سے کی ہے، لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ ''تفسیر ماجدی'' کے ذیل میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ نے اس تفسیر پر جو کچھ زیب قرطاس فرمایا ہے، وہ اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے، تاکہ تفسیرِ ماجدی کے سلسلہ میں پوری بات ریکارڈ پر موجود رہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''یہ جناب مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مدظلہم العالی کی لکھی ہوئی معروف اردو تفسیر کا دوسرا ایڈیشن ہے، جو مولانا نے ترمیم و اضافہ کے ساتھ خود اپنے اہتمام سے

شائع فرمایا ہے، اس جلد میں سورۂ فاتحہ سے سورۂ آل عمران کے ختم تک تفسیر مکمل ہوگئی ہے، مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، وہ چارسو پھیلی ہوئی گروہ بندیوں سے بالکل الگ رہ کر سالہا سال سے علم وادب کی خدمات انجام دے رہے ہیں، قرآن کریم کی تفسیریں ہر زبان میں بے شمار لکھی گئی ہیں، اور کسی کو بھی یہ دعویٰ نہ ہوا، نہ ہوسکتا ہے کہ اس نے قرآن کریم کا حق ادا کردیا، البتہ ہر تفسیر اپنی بعض خصوصیات میں دوسری تفاسیر سے ممتاز ہوتی ہے، مولانا مدظلہم کی زیرِ تبصرہ تفسیر میں چند خصوصیات ہمیں مطالعہ کے دوران خاص طور سے نظر آئیں:

اس تفسیر کی سب سے پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ یہ ایک ایسے صاحب علم وفکر بزرگ کی لکھی ہوئی ہے، جو اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں عرصہ دراز تک فلسفے کے ''گماں آباد'' میں بسنے کے بعد قرآن کریم کی طرف آئے تھے، اس لیے وہ جدید ذہن کی دکھتی رگوں سے بخوبی واقف ہیں اور جن مقامات پر تشکیک زدہ دماغ میں طرح طرح کے اعتراضات کلبلایا کرتے ہیں، وہاں سے وہ اپنے قاری کو بڑی سلامتی کے ساتھ گزار کر لے گئے ہیں، اعتراضات کو دور کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ پہلے اعتراض قائم کیا جائے، اس کے بعد اس کا جواب دیا جائے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بات اس طرح کہہ دی جائے کہ اعتراض ذہن میں پیدا ہی نہ ہو۔ مولانا نے بیشتر مقامات پر اس دوسرے طریقے کو اختیار فرمایا ہے، مثلاً "خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ" کے ذیل میں مولانا تحریر فرماتے ہیں:

> ''اللہ کی طرف سے مہر لگ جانے کا یہ فعل بندہ کے کفر اختیاری کے بعد ہوتا ہے، نہ کہ اس کے قبل، بندہ کے کفر اختیاری کا نتیجہ ہوتا ہے، نہ کہ اس کا مسبب ۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ۔'' (ص:27)

تقریباً ایسی ہی ایک بات اس سے زیادہ واضح انداز میں "یُضِلُّ بِہٖ" کی تفسیر میں مولانا فرماتے ہیں:

"یُضِلُّ بِہٖ" کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ بندہ جب اپنی رائے اور ارادہ سے گمراہی اختیار کرنے لگتا ہے، تو حق تعالیٰ اس کا بھی سامان بہم پہنچا دیتا ہے، یہ نہیں کرتا کہ سامان تو اکھٹے ہو جائیں اور نتیجہ برآمد نہ ہونے دے۔" (ص:58)

جنت میں جسمانی نعمتوں کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بعض روشن خیالوں کو پاکیزہ بیویوں کے نام سے خدا معلوم کیوں اتنی شرم آئی کہ انہوں نے اس معنی ہی سے انکار کر دیا۔۔۔۔۔لیکن اگر جنت کا اقرار ہے، تو پھر وہاں کی کسی لذت، کسی نعمت، کسی راحت سے انکار کے کوئی معنی نہ نقل کے لحاظ سے صحیح ہیں، نہ عقل کے اعتبار سے، جنت کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ مادی اور روحانی ہر قسم کی لذتوں، مسرتوں، راحتوں کا گھر ہوگا۔" (ص،54)

(تبصرے، ص:177 تا 179، از حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)

حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"قرآن کریم نے یہودیوں سے کہا تھا کہ اگر 'واقعۃً' تم اس پر یقین رکھتے ہو کہ آخرت کی نعمتیں صرف تمہیں ہی ملیں گی، تو موت کی تمنا کیوں نہیں کرتے؟ اس پر ایک مشہور اعتراض کا جواب دیتے

ہوئے، مولانا نے بڑی ہی دل نشین بات لکھی ہے:

''قدیم مفسرین نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے کہ یہی مطالبہ یہود بھی تو اُلٹ کر مسلمانوں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کر سکتے تھے۔۔۔۔۔۔لیکن ''حقیقۃً'' یہ سوال سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا، کوئی مسلمان کب اپنی نجات کو محض مسلمان گھرانے میں پیدا ہو جانے سے یقینی سمجھتا ہے؟۔۔۔۔۔اسلام تو اس نسلی تقدیس اور اضطراری نجات کے عین مٹانے کے لیے ہے، مسلمان تو خود کہتا ہے کہ مجھے اپنا انجام نہیں معلوم، میں ایمان اور اطاعت کی راہ اپنی طرف سے اختیار کر کے آگے فضل خداوندی کا منتظر ہوں۔۔۔۔۔الخ۔'' (ص:165)

پھر شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ:

''اس تفسیر کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مولانا نے عصری علوم اور جدید تحقیقات کو قرآن کریم کا خادم بنا کر پیش کیا ہے، اور بہت سے تاریخی واقعات اور جغرافیائی حالات کی عمدہ تحقیق فرمائی ہے، مگر محض نعروں سے مرعوب ہو کر خواہ مخواہ قرآن کریم کی کی مسلمہ تفاسیر سے انحراف نہیں کیا، چند باتیں جنہوں نے ہماری معلومات میں اضافہ کیا درج ذیل ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بارہ چشمے جاری ہوئے تھے، اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بعض نادان مسیحیوں نے اس تعداد پر اعتراض کر دیا کہ یہ تو بائبل میں موجود نہیں، قرآن کریم نے کہاں سے گڑھ کر کہہ دیا؟ قدرت

نے سوال کا جواب مسیحیوں کی زبان سے دلوادیا، جارج سیل ۔۔۔
لکھتا ہے: ''چٹان میں اس وقت چوبیس سوراخ موجود ہیں، ۔۔۔۔
بارہ ایک طرف اور بارہ ان کے مقابل جانب۔'' (ص،116)

قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ یہودیوں پر مسکنت (افلاس) طاری کر دی گئی ہے،شبہ ہوتا ہے کہ آج کل یہودیوں کی مالداری تو مشہور ہے،مولانا فرماتے ہیں:

''دولت وثروت جتنی بھی ہے، وہ قوم یہود کے صرف اکابر و مشاہیر تک محدود ہے، ورنہ عوام یہود کا شمار دنیا کی مفلس ترین قوموں میں ہے، یہ بیان خود محققین یہود کا ہے، جیوش انسائیکلو پیڈیا میں ہے: ۔۔۔۔یہود یورپ کے جس جس ملک میں آباد ہیں، وہاں کی آبادی میں انہیں مفلسوں کا تناسب بڑھا ہوا ہے۔[جلد:10،ص:151]''
(ص،120)

"اتخذ الله ولدا" کے تحت مولانا لکھتے ہیں:

''مسیحیوں کے ہاں ایک زبردست فرقہ اتخاذیوں (Adoptionists) کا گزرا ہے، ۔۔۔۔۔۔آیت میں صاف اشارہ مسیحیت کی اس شاخ کی جانب ہے۔'' (ص:204)

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ وہ مٹی کے پرندے بنا کر ان پر پھونک مارتے تھے،تو ان میں جان پڑ جاتی تھی، چونکہ موجودہ بائبل میں یہ معجزہ مذکور نہیں ہے، اس لیے بہت سے غیر مسلم اس پر اعتراض کیا کرتے تھے،مولانا لکھتے ہیں:

''جو انجیل کلیسائے قبط (مصر) کی مستند الیہ ہے، اس میں صاف
مذکور ہے، جیسا کہ ڈاکٹر بج نے اپنی کتاب ''لجنڈس آف اور لیڈی
میری'' کے مقدمہ میں ص:29 میں نقل کیا ہے: ''وہ پرندوں کی شکل
کے جانور بنا دیتے تھے، جو اُڑ سکتے تھے۔'' (ص،583)

(تبصرے،179 تا...181 از حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)

حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

اس تفسیر کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بیشتر مقامات پر مولانا نے ترکیب و تشریح کے صاف اور سیدھے اقوال کو اختیار کیا ہے اور اپنے ماخذ کی عربی عبارتوں کے اقتباسات بھی ساتھ ساتھ دے دیے ہیں، اس سے اہل علم کو بڑی آسانی ہوگئی ہے، لیکن اگر یہ عبارتیں حاشیے پر دی جاتیں تو شاید اردو خواں حضرات کے لیے زیادہ سہولت ہوتی، اور تفسیر کی چوتھی خصوصیت تو مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے نام سے خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے، اور وہ ہے زبان و اسلوب کی حلاوت اور بے تکلفی۔

اب ہم چند چیزوں کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں، جنہوں نے تفسیر کے مطالعہ کے دوران ہمارے دل میں خلش پیدا کر دی، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ کئی مقامات پر کچھ اجمال پایا جاتا ہے، جس سے بات پوری طرح واضح نہیں ہوتی، بلکہ اس سے غلط مطلب بھی نکل سکتا ہے، مثلاً صفحہ:46 پر ہے:

''آسمان کوئی ٹھوس مادی جسم رکھتا ہے یا محض خلا و منتہائے
نظر ہے، اس قسم کے مسائل کا تعلق تمام تر دنیوی تجربی علوم
سے ہے، قرآن کو آسمان کا صرف وہی وصف بیان کرنا تھا

جو سلسلۂ عبدیت، بشری و خلافت الٰہی سے تعلق رکھتا تھا۔''

بلا شبہ ہیئت کے مسائل قرآن کریم کا موضوع نہیں، لیکن جب خود قرآن کریم نے سات ''تہ بہ تہ'' آسمانوں اور ان کے دروازوں کا ''صراحتہ'' ذکر فرمایا ہے، تو اسے محض خلا و منتہائے نظر سمجھنے کا احتمال باقی ہی کہاں رہا؟ رہ گئی موجودہ سائنس دانوں کی بات تو وہ زیادہ سے زیادہ ''عدمِ علم'' ہے، ''علم عدم'' تو نہیں۔''

صفحہ 77 پر ہے:

''یہ روایت کہ حضرت حوا کی پیدائش حضرت آدمؑ کی پسلی سے ہوئی ہے، توریت کی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بعض حدیثی روایتیں جو اس مضمون کی مروی ہوئی ہیں، ان میں سے کوئی ایسی نہیں ہے جسے قطعی صحت کا درجہ حاصل ہو اور قرآن مجید نے اس سلسلہ میں سورۃ النساء اور سورۃ الاعراف میں جو کچھ کہا ہے، اس کی تعبیر اور طریقوں سے بھی ہو سکتی ہے۔''

یہاں فاضل مصنف سے سخت تسامح ہوا ہے، یہ روایت صحیح بخاری و مسلم دونوں میں مختلف طریقوں سے مروی ہے، اگر صحیح احادیث حجت ہیں، تو ایسی صحیح اور قوی الاسناد حدیث کو کیسے رد کیا جا سکتا ہے؟ قرآن کریم نے سورۂ نساء اور سورۂ اعراف میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کی اور تعبیریں ہو سکتی ہیں، مگر ظاہر، متبادر اور مقبول عام تعبیر تو یہی ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا تھا، ہم بالکل نہیں سمجھ سکے کہ مولانا نے اس روایت کی تردید کی کیا ضرورت محسوس فرمائی ہے؟

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

صفحہ 119 پر ہے:

''یہ ہیں کون لوگ جن کے اوپر ذلت اور تنگ حالی مسلط کر دی گئی ہے؟ ضمیر کا مرجع ''الیھود'' ـــــــــــــــ نہیں، بلکہ بنی اسرائیل ہے، یعنی اس وعید کے مورد فلاں فلاں عقیدے رکھنے والے فلاں مسلک کے ماننے والے نہیں، بلکہ اسرائیل نامی ایک متعین قوم و نسل ہے۔''

یہ بات بھی بہت ہی محل نظر ہے، قرآن کریم میں بلاشبہ لفظ تو ''بنی اسرائیل'' کا استعمال ہوا ہے، لیکن ان کی جتنی باتیں قرآن کریم نے ذکر فرمائی ہیں، اور ان پر جتنے حکم لگائے ہیں، وہ اس حیثیت سے نہیں کہ وہ اسرائیل کے بیٹے ہیں، بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ ایک خاص مسلک کے ماننے والے ہیں، صرف قوم و نسل کی بنیاد پر کسی کو مغضوب اور معتوب قرار دینا اسلام کے مجموعی مزاج کے بھی بالکل خلاف ہے، قرآن کریم نے ہمیشہ غضب و عتاب عقائد اور مسلک پر کیا ہے، نہ رنگ و نسل پر۔

صفحہ: 351 پر ہے:

''تین ابتدائی اسلامی غزوات کے جغرافی محل وقوع کو دیکھ کر خود فیصلہ کر لو کہ لڑائی کی ابتداء کس نے کی؟ ـــــــــــــــ الخ۔''

اگر چہ صفحہ: 357 پر مولانا کی عبارت سے مستنبط ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اقدامی جہاد بھی جائز ہے، لیکن اس مقام پر مولانا کی عبارت کا اختصار پڑھنے والے کو یہی تاثر

دے گا کہ: ''لڑائی کی ابتداء کرنا شریعت میں درست نہیں۔'' اس مسئلے کی شرعی وعقلی حیثیت کواس مقام پر واضح کر دیا جاتا تو اچھا ہوتا۔

ایک بات جو پوری تفسیر میں شدت کے ساتھ کھٹکی، یہ ہے کہ مولانا نے تفسیر "المنار" کے اقتباسات بڑی کثرت کے ساتھ اپنی تفسیر میں درج کیے ہیں، اور اکثر مقامات پر تو سکوت اختیار فرمایا ہے، اور بعض جگہ ان کی تضعیف بھی کی ہے، اور بعض جگہ ان کی تائید بھی، ہماری گزارش یہ ہے کہ تفسیر "المنار" کے مصنف ہوں یا مرتب، دونوں اپنی وسعت مطالعہ کے باوجود ذہنی طور پر مغربی افکار سے اتنے مرعوب اور جمہور سے اختلاف کرنے کے اتنے شوقین ہیں کہ ان کی تفسیر جگہ جگہ جمہور اُمت کے جادۂ اعتدال سے ہٹ گئی ہے، اور بعض مقامات پر تو یہ حضرات نہایت خطرناک اور بے سروپا باتیں بھی لکھ گئے ہیں، ایسی حالت میں ان کی تفسیر کسی طرح بھی اس لائق نہیں ہے کہ وہ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کا مأخذ بنے، مولانا کی حیثیت اس وقت ایک مقتداء کی ہے، انہوں نے تو ''منار'' کے اقوال احتیاط کے ساتھ لیے ہوں گے، لیکن جو لوگ ''منار'' کو مولانا کا ماخذ سمجھ کر اس پر اعتماد کریں گے، کیا وہ کسی حد پر قائم رہ سکیں گے؟ مرورِ زمانہ کے ساتھ بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے، اس کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں مشہور معتزلی مفسر ابو مسلم اصفہانی کے اقوال بکثرت نقل فرمائے ہیں، اور بیشتر مقامات پر ان کی سخت تردید بھی کی ہے، البتہ چند جگہوں پر انہوں نے یہ اقوال بغیر کسی تنقید کے بھی درج کر دیے ہیں، آج لوگ ان کے اس طرزِ عمل کی بنا پر ڈنکے کی چوٹ یہ کہہ رہے ہیں کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ابو اصفہانی کے بڑے مداح تھے، یہاں تک کہ اب ابو مسلم اصفہانی کی تفاسیر کا مجموعہ مرتب کر کے شائع کیا جا رہا ہے، اور تأثر یہ دیا جا رہا ہے کہ یہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے

پسندیدہ مفسر کی تفسیریں ہیں۔

(تبصرے،ص:182 تا.....184 از حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لہٰذا ہماری طالب علمانہ رائے یہ ہے کہ مولانا مدظلہم کو اس قسم کی تفسیروں کے نقل کرنے سے ہی پرہیز کرنا چاہیے، چہ جائیکہ جن مقامات پر انہوں نے جمہور سے اختلاف کیا ہے، وہاں ان کی توثیق وتائید بھی ہو، خاص طور سے صفحہ:452 اور صفحہ 488 پر ''موت'' کے جو معنی صرف ''المنار'' کے حوالہ سے بیان فرمائے گئے ہیں، نظر ثانی کے مستحق ہیں، لغت اور استعمال میں ایک لفظ کے کئی کئی حقیقی اور مجازی معنی ہو سکتے ہیں، مگر قرآن کریم میں متبادر اور حقیقی معنی سے عدول صرف اس وقت کیا جائے گا، جب کوئی عقلی یا نقلی مجبوری ہو، علامہ بدرالدین زرکشی وغیرہ نے تفسیر کے اس اصول کو بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے، بہرکیف! ان چند باتوں سے قطع نظر، تفسیر ماجدی ہمارا ایک قیمتی دینی وعلمی سرمایہ ہے، اور خاص طور سے نو تعلیم یافتہ حضرات کے لیے اس کا مطالعہ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ہوگا، کتابت وطباعت کے لحاظ سے بھی یہ ایڈیشن اچھا ہی ہے، اور پہلا ایڈیشن کتابت و طباعت کے اعلیٰ معیار کے باوجود جس بدذوقی سے چھپا تھا، یہ ایڈیشن اپنی ترتیب ونشست کے اعتبار سے اتنی ہی خوش ذوقی کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ (رمضان المبارک، ۱۳۸۸ ہجری)

(تبصرے:184 تا185 از حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ)

تفسیرِ ماجدی کا شوق سے مطالعہ کرنے والوں کی نظر سے ایک اور اہم بنیادی اجماعی عقیدۂ معراج پر دریابادی صاحب کی علمی خطاء شاید اوجھل رہی ہوگی، دریابادی صاحب نے معراج کے اجماعی عقیدے کو نہایت مبہم اور کمزور قلمی کا مظاہرہ کر کے منکرین حدیث اور

قادیانیت کے لیے جو چور دروازہ فراہم کیا ہے، وہ بھی ان کی کم فہمی ہی کا نتیجہ لگتا ہے۔

مولانا دریابادی کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی فہمائش کے بعد بھی اپنی رائے پر قائم رہنا، مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ کا دریابادی صاحب کی اصول تکفیر کو سنگین ترین غلطی قرار دینا، دریابادی صاحب کی قادیانیت کی بیجا طرفداری پر حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب ردکرنا، سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے سمجھانے پر بھی ڈٹے رہنا، ہونا تو یہ چاہیئے تھا اکابرین امت کی تنبیہات کے بعد دریابادی صاحب اپنی غلطی کا اعتراف، اپنی اصلاح کر لیتے، مگر انہوں نے اپنی اصلاح کی گنجائش کے باب کو بالکل مغلق رکھنا پسند کیا۔

''تفسیر ماجدی'' کے معاملہ میں بھی حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ کے تبصرے کی سن تاریخ رمضان المبارک ۱۳۸۸ ہجری ہے اور حضرت شیخ الاسلام صاحب حفظہ اللہ نے مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے ''مدظلہم العالی'' جیسے احترامی القابات استعمال کر کے تفسیر ماجدی پر تبصرہ کیا ہے، یعنی اس وقت تک مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی حیات تھے، مگر ہمارے علم میں اب تک کوئی ایسی بات نہیں آئی کہ ''تفسیر ماجدی'' پر حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ کے نقد و تنقیدی جائزہ پر مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب نے اپنی کسی بات سے رجوع کیا ہو یا جواب الجواب میں کوئی تبصرہ کیا ہو، واللہ اعلم۔

تفسیر ماجدی

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

گزشتہ مضمون میں، میں نے آپ حضرات کے سامنے تفسیر ماجدی کے سلسلہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ کی کتاب ''تبصرے'' سے پورا مضمون نقل کیا تھا، جس سے تفسیر ماجدی کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ کی رائے اور نقد، قارئین کرام کے سامنے آ گیا ہے۔

اسی تفسیر ماجدی کے بارے میں محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اصول تفسیر وعلوم قرآن صفحہ: 146'' پر کن خیالات کا اظہار فرمایا ہے، وہ بھی انتہائی ضروری اور پڑھنے کے قابل ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اردو کی اس تفسیر میں قرآن کریم کا ترجمہ ہے، اور اس میں عربی تفاسیر سے عبارات منتخب کر کے تفسیری فوائد قلم بند کیے گئے ہیں، بعض مقامات میں مولانا بکثرت مواد یکجا کر دیتے ہیں، اس تفسیر میں انگریزی لٹریچر سے جدید علوم اور انکشافات کے متعلق عمدہ تاریخی مباحث بھی ذکر کیے گئے ہیں، اس کا اسلوبِ بیان،

انجیلوں، عہد عتیق، کماری اور تلمود (جیسی قدیم کتب) کی مانند
ہے، لیکن مؤلف کو علومِ دینیہ میں رسوخ حاصل نہیں، عربی علوم
یعنی صرف ونحو اور بلاغت سے بھی ادنیٰ واقفیت ہے، عقائد میں
تصلب و مضبوطی نہیں، اس لیے اس تفسیر پر کلی اطمینان نہیں کیا
جاسکتا، ضرورت ہے کہ کوئی معتبر و مستند عالم دین ابتداء سے
انتہا تک حرف بحرف اس تفسیر کا مطالعہ کرے اور اس کے
بارے میں اپنی رائے ظاہر کرے، تاکہ ناظرین کے لیے صبح روشن
ہوجائے۔''

حضرت علامہ مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا تفسیر ماجدی پر یہ چند سطری تبصرہ سمندر کو کوزے میں سمودینے کے مترادف ہے۔

☆☆☆☆

چند حقائق

اگر کسی شخص نے آنکھ جھپکنے کے وقت کے مقدر بھی کفر اور شرک کیا ہو تو وہ ''عہدِ نبوت'' کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو اس قدر پاک رکھتا ہے۔

............☆............

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قربِ قیامت نزول فرمانا اور قیامت کی نشانی ہونا ''احادیثِ صحیحہ'' سے ثابت ہے جس سے انکار کی جرأت کوئی صاحبِ ایمان نہیں کر سکتا۔

............☆............

قادیانی جماعت میں ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے، جن پر مرزا قادیانی اور قادیانی جماعت کی حقیقت واضح ہو چکی ہے لیکن ان کے لئے ان کا سماجی اور نفسیاتی جال سے نکلنا اتنا آسان نہیں ہے۔ کئی پیروکار جال سے نکلنا چاہتے ہیں لیکن ان کو صحیح گائیڈ کرنے والا نہیں ملتا، اس جال سے نکلنے میں آپ کے اخلاق، حکمت اور حسن سلوک مرزا قادیانی کے پیروکاروں کو مدد دے سکتے ہیں۔

............☆............

میں مرزا قادیانی کے پیروکاروں کو نبی ﷺ، اصحاب اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا راستہ اختیار کرنے کی عاجزانہ دعوت اور یہ کہ وہ ہر عقیدۂ باطلہ کا انکار کریں۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ تمام قادیانی سیدھے راستے کی طرف ہدایت پائیں۔

............☆............

قادیانی گروہ چندہ لینے پر جس طرح اپنے لوگوں کو مجبور اور بلیک میل کر کے مذہب کے نام پر لوٹتے ہیں ان کی مثال انسانی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔

............☆............

صدر اول سے لے کر آج تک کتب عقائد کا مسئلہ رفع ونزول پر متفق ہونا ایسی چیز ہے جو اس عقیدے پر اجماع کے منعقد ہونے میں ادنی شک وشبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتی۔

............☆............

مرزا قادیانی کے یہ نئے عقائد دائرہ اسلام میں واقعی نئے عقائد ہیں جو پہلے اسلام کے ذخائر تفسیر شرح حدیث میں نہیں ملتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے یہ نئے عقائد صرف اپنی وحی سے حاصل کئے ہیں جن کا پہلے سے پوری امت مسلمہ میں کوئی تصور تک نہ تھا ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کی یہ وحی خدا کی طرف سے نہ ہوگی جس سے اسلام کا یہ چودہ سو سال کا علمی ذخیرہ یکسر غلط ٹھہرتا ہو قرآن پاک میں ایسی وحی کو شیطان کی وحی بتلایا گیا ہے۔

............☆............

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے شخص تھے جنہوں نے فتنہ انکارِ ختم نبوت کے ظہور ہونے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کے قائل اور متواترات دین کے انکار کرنے والے کو کافر قرار دے کر ان پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا تھا۔

............☆............

تصویر کا محتاج گروہ!

کتنی بڑی محرومی ہے مرزا قادیانی کے پیروکاروں کے لئے کہ اپنے مذہب قادیانیت کے تعارف کے لئے جگہ جگہ ہندوستانی مسیح کی تصویر لئے پھر رہے ہیں اس کے بغیر ان کا تعارف ہی مکمل نہیں ہوگا۔

............☆............

قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث بھی ماخذ شریعت ہے۔ انکارِ حدیث یہ وہ گندا بیج ہے جسے منکرین حدیث نے بویا اور آج اس قسم کے لوگ اسی عقائد باطلہ کی آبیاری کر رہے ہیں اور لوگوں کو قرآن کا نام لے کر، قرآن سے کوسوں دور کرتے نظر آرہے ہیں۔

خادمِ ختم نبوت

مولانا سہیل باوا حفظہ اللہ